ویمن ایمپاورنمنٹ کے جدید تصورات اور اسلام

Modern Ideas of Women Empowerment and Islam

امۃ الرحمن*

ڈاکٹر آسیہ شبیر**

Abstract:

Women Empowerment is the process of giving power to women and strengthen them. It gives chances to women to control their lives and claw their rights. It is not an end but a process of power shift. Women Empowerment is outcome of different feminist movements that started in Europe. The process of globalization effects of Women Empowerment transmitted to Muslim world also. The power of media cannot be denied (its effects) which are crystal clear in Muslim countries. In the West, women are tool for the promotion of business. Muslim societies follow the western culture and its negative effects are seen everywhere. Islam has given political, economic, social, educational rights, opportunities and chances to women. There is no such concept of man dominated society .Women are equal in all aspects only duties are different. This point is finding of my research.

Key words: Women Empowerment, Feminist Movements, Gender Equality, Authority, Globalizational Effects, Opportunities.

عورت اور اس کے معاملات و مسائل سے متعلقہ موضوعات عصر حاضر کے عالمی مباحث میں سر فہرست ہیں۔ اقوام متحدہ کے نئے ہزاریے کے اہداف میں اسی لئے ویمن ایمپاورمنٹ کو اہم موضوع بنایا گیاہے۔بچی (Girl Child)کی تعلیم اور دیگر حقوق سے لے کر عورتوں کی معاشی،معاشرتی اور سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کو ممکن بنانااور ہر سطح پر صنفی مساوات کو یقینی بناناان ہزاری اہداف (millennium Goals)کے ایجنڈے کا مرکزی نقطہ ہے۔ بیجنگ پلس فائیو(Beijing+5) کانفرنس2000ء میں طے کئے جانے والے اس ایجنڈے کا نام Women 2000 Gender Equality, Development and Peace for the twenty first century. رکھا گیاہے[1] ۔

ایمپاورمنٹ کی تعریف

آکسفورڈ ڈکشنری میں ایمپاورمنٹ(Empowerment) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "The action of empowering, the state of being empowered."[2]

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

طاقت عطا کرنے کا عمل، طاقت دیے جانے کی حالت۔

آن لائن Oxford dictionaries .com کے مطابق Empowerment کی تعریف اس طرح ہے:

"Authority or power given to some one to do something."[3]

کوئی کام سرانجام دینے کے لئے کسی (دوسرے فرد) کو اتھارٹی یا طاقت دے دینا۔

اسی ڈکشنری میں مزید یہ بیان کیا گیا ہے:

"The process of becoming stronger and more confident, especially in controlling one's life and clawing one's rights."[4]

ایک ایسا عمل ہے جس میں (پہلے سے زیادہ) مضبوط ہونا اور (پہلے سے زیادہ) خود اعتماد ہونا، خاص طور پر اپنی زندگی کو کنٹرول کرنے (یعنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے) اور اپنے حقوق حاصل کرنے میں (زیادہ مضبوط اور خود اعتماد ہونا)۔

Chambers Dictionary میں Empower کے معنی "to authorize" دیئے گئے ہیں۔[5]

ویمن ایمپاورمنٹ کی تعریف (Defining Women Empowerment)

Unicef کے نزدیک ویمن ایمپاورمنٹ کی تعریف میں خواتین کی (وسائل تک) رسائی، (ان کے ساتھ کئے جانے والے) امتیازی سلوک کی وجوہات سے آگاہی، دوسروں کو اپنی پسند یا ناپسند بتانے کی صلاحیت اور اس امتیازی سلوک کو کم کرنے میں جو رکاوٹیں درپیش ہیں ان پر قابو پانے اور ان کے خلاف اقدامات کرنے کی صلاحیت حاصل کرنا۔

"Women's access, awareness of causes of inequality, capacity to direct one's own interests and taking control and action to overcome obstacles to reducing structural inequality."[6]

United Nations Development Program کے مطابق ویمن ایمپاورمنٹ میں خواتین کی معاشی، سیاسی شمولیت (کا حصول) اور فیصلہ سازی میں برابری کا حق دینا نیز معاشی وسائل پر طاقت کا حصول ہے۔

"Equalities in economic and political participation, decision-making power and power over economic resources."[7]

نائلہ کبیر جو لندن کے جینڈر سٹڈیز ادارے میں جینڈر اینڈ ڈویلپمنٹ کی پروفیسر ہیں، ان کے خیال میں ویمن ایمپاورمنٹ ایک ایسا طریقہ کار ہے جس میں خواتین ایسے ماحول میں تخلیق، اضافہ اور تکمیل عمل کرتی ہیں جن سے انہیں محروم رکھا گیا تھا:

"Women's empowerment is the process in which women expand and recreate what is that they can be do and accomplish in a circumstance that they previously were denied."[8]

ویمن ایمپاورمنٹ کی تاریخ

دور جدید کی تحریکات نسواں (Feminist Movements) کا آغاز بلاشبہ مغرب سے ہوا۔ عورتوں کے حقوق کے لیے پہلی آواز میری وولسٹن کرافٹ(Mary Wollstone Craft) نے اپنی کتاب "حقوق نسواں" (A Vindication of The Rights of Women)کے ذریعے بلند کی۔ اس نے 1792ء میں

اپنی اس کتاب میں یہ مطالبہ پیش کیا کہ تعلیم، روزگار اور سیاست کے میدان میں عورتوں کی وہی حیثیت تسلیم کی جائے جو مردوں کو حاصل ہے۔ مزید دونوں صنفوں کے لیے اخلاقی معیار بھی یکساں ہونا چاہیے۔[9]

یہ تحریک سب سے پہلے برطانیہ میں شروع ہوئی اور امریکہ میں یہ قدرے تاخیر سے پہنچی۔ اس تحریک کے فروغ وارتقاء کی ایک بڑی وجہ پہلی جنگ عظیم میں لاکھوں افراد کی ہلاکت ہے جس کے باعث عورتوں کو گھروں سے نکل کر صنعتی اداروں، کارخانوں اور دفتروں میں کام کرنا پڑا۔ ان اداروں میں عورتوں کے استحصال کی ایسی راہیں کھلیں جن کا تصور بھی آج ممکن نہیں ہے۔ مغربی عورت جدید یورپی معاشرے کے جدیدیت کی طرف سفر کے اوائل میں ایسی ڈسی گئی کہ اسے اپنے حقوق کی بحالی اور نجات کے لیے جدوجہد کا آغاز کرنا پڑا[10]۔ 1830ء میں سارا گرمکی[11] (Sara Garmki) اور انجلینا گرمکی[12] (Anglina Garmki) نے تحریک نسواں چلائی ۔ 1833ء میں اوبرلن (Oberlin) کالج میں عورتوں کے لیے تعلیم کے دروازے کھلے ۔1840ء میں لندن میں الزبتھ سٹینٹن[13] (Elizabeth Stanton)، سوزن انتھنی[14] (Sosan Anthony)اور مٹلڈا گیج[15] (Matilda Gage)نے مل کر "عورتوں کی مظلومیت کی تاریخ" نامی کتاب مرتب کی[16]۔ جولائی 1848ء میں نیو یارک میں 'عورتوں کے حقوق کے کنونشن

(Women,s Rights Conventions)میں شریک خواتین نے مشہور و معروف "جذبات کا منشور" (Declaration of Sentiments) پیش کیا[17]۔ مئی 1869ء میں سوزن انتھنی اور الزبتھ سٹینٹن نے ایک تنظیم "National Woman Suffrage Association" قائم کی اور چھ ماہ بعد لوسی سٹون اور اس کی رفقاء نے" American Woman Suffrage Association"تشکیل دی[18]۔ 1890ء میں" National American Suffrage Association "معرضِ وجود میں آئی۔1913ء میں"Congressional Union "(کانگریشنل یونین) تشکیل دی گئی[19]۔سیمان دی بوئر[20] (Simone De Beauvoir)کی تصنیف " The Second Sex"نے عورتوں کے شعور کو نئی جلا بخشی۔ صدر کینڈی نے 1961ء میں عورتوں کے مسائل کو زیر غور لانے کے لیے قومی سطح پر" Commission on the Status of Women"ترتیب دیا[21]۔بٹی فریڈین نے 1922ء میں (NOW)" National Organization for Women " تشکیل دی[22]۔ 1968ء میں امریکہ اور کینڈا کے 200 سے زائد نمائندوں نے قومی سطح پر ایک کانفرنس منعقد کی اور اور ترقیِ خواتین پر سنجیدگی سے غور کیا[23]۔ 1973ء تک پہنچتے پہنچتے NOW (National Organization of Women) تنظیم ایک بہت بڑی اور فعال جماعت بن چکی تھی۔اس کے چالیس ہزار سے زیادہ ممبرز اور 700 شاخیں تھیں [24]۔

عورت کے حقوق واختیارات کے نام پر اقوام متحدہ کے زیر اہتمام کئی بین الاقوامی خواتین کانفرنسز منعقد ہو چکی ہیں۔ خواتین کی پہلی عالمی کانفرنس 1975ء میں میکسیکو میں ہوئی اور پھر اس سال کو خواتین کا عالمی سال منایا گیا۔ دوسری عالمی خواتین کانفرنس 1985ء میں نیروبی میں ہوئی۔ تیسری عالمی کانفرنس 1990ء میں کوپن ہیگن میں منعقد ہوئی[25]۔1992ء میں امریکہ میں ہزاروں عورتوں نے واشنگٹن میں مظاہرے کیے۔ان کا مطالبہ تھا کہ قانون انہیں محفوظ اسقاط حمل کا حق دے نیز وہ تولیدی اختیار کا حقدار عورت کو مانتی ہیں[26]۔ عورتوں کے حقوق کے بارے میں اقوام متحدہ کی چوتھی کانفرنس جس میں این جی اوز کی بہت بڑی تعداد بھی شامل تھیں چین کے شہر بیجنگ میں 1995ء میں منعقد ہوئی اور بیجنگ اعلامیے کا اعلان کیا گیا۔ خواتین کے بارے میں بین الاقوامی کنونشنز اور کانفرنسز میں سب سے زیادہ اہمیت بیجنگ کانفرنس 1995ء کے پلیٹ فارم برائے ایکشن (BPFA) کو حاصل ہے[27]۔ خواتین کی پانچویں عالمی کانفرنس ستمبر 2000ء میں اقوام متحدہ نے منعقد کروائی، اسے بیجنگ+ 5 کا نام دیا گیا[28]۔ خواتین کی چھٹی عالمی کانفرنس بیجنگ+ 10 کے نام سے مارچ 2005ء میں امریکہ کے شہر نیویارک میں منعقد ہوئی۔ خواتین کی ساتویں عالمی بیجنگ کانفرنس منعقدہ 2010ء میں صنفی مساوات کے حصول، ترقی اور تنفیذ کے لیے اقدامات کو خوش آمدید کہا گیا اور اس سلسلے میں ہر قسم کے تعاون کا

یقین دلایا گیا۔ 2015ء میں اقوام متحدہ کی منعقدہ معاشی اور سماجی کونسل میں خواتین کی معاشرتی حالت کا جائزہ لینے اور بہتری کے لیے ایک کمیشن کا اعلان کیا گیا اور بیجنگ پلس 20 (جو کہ 2020ء میں متوقع ہے) کے اعلامیے کی پوری حمایت کا یقین دلایا گیا[29]۔ ان کانفرنسز کے نتیجے میں اب عورت آزاد فضا میں آزادی اور خوداعتمادی محسوس کرنے لگی۔ وہ مرد کے شانہ بشانہ ہر جگہ کام کرنے لگی۔ حتیٰ کہ وہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں یہ شق رکھوانے میں بھی کامیاب ہوگئی کہ عورت اور مرد کے تمام حقوق یکساں اور برابر ہیں۔ اقوام متحدہ نے اپنے رکن ممالک کو پابند کیا کہ وہ ان قراردادوں کو قانون سازی اور رہنمائی کے لیے اپنے ملکوں میں لاگو کریں۔

ویمن ایمپاورمنٹ کی تحریکات کے مسلم ممالک پر اثرات

غالب تہذیبیں کمزور تہذیبوں پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہیں اور یہ عمل یک طرفہ نہیں دوطرفہ ہوتا یعنی کمزور تہذیبیں بھی ان اثرات کی قبولیت کی حریص ہوتی ہیں اور انہیں اپنے لیے راہِ ترقی قرار دیتی ہیں۔ اُنیسویں صدی کی ابتدا سے ہی مسلم ممالک پر مغربی تہذیبی یلغار شروع ہوگئی تھی۔ اسلامی ممالک کے بیشتر علاقوں پر یورپی استعماری طاقتوں کا باضابطہ یا بے ضابطہ قبضہ اس کی بڑی وجہ تھی۔ مصر، شام اور ترکی ان میں سرفہرست تھے۔ عرب دنیا میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں میں مصر اگلے محاذ پر تھا اور کئی لحاظ سے یہ مشرق وسطیٰ میں ہونے والی تبدیلیوں کا آئینہ دار تھا اور اب بھی ہے۔ 1863ء کے بعد مصر میں عورتوں کے لئے جدید طرز کے سکول کھلنے لگے۔ قاسم امین[30] نے "تحریر المراۃ" اور "المراۃ الجدیدۃ" نامی کتب لکھ کر عورتوں کے حقوق کی زبردست وکالت کی۔ اسی دور میں آزادانہ کلچرل پروگرام، تفریحی مشاغل، مخلوط تعلیم کا عام رواج ہوا۔ مصری طالبات حصول تعلیم کے لئے یورپ و امریکہ کا سفر کرنے لگیں۔ دیکھا دیکھی ترکی اور ایران میں بھی عورتیں تعلیم کے علاوہ دوسرے شعبوں میں مردوں کے ساتھ نظر آنے لگیں۔ بعدازاں شام اور عراق میں عورتوں نے گھر سے باہر کی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا اور اپنے حقوق واختیات کے لیے میدان عمل میں نظر آنے لگیں۔[31]

یہی صورتحال افغانستان الجزائر، انڈونیشیا اور برصغیر پاک وہند میں بھی پیش آئی۔ البتہ سعودی عرب اس سے اس وقت تو متاثر نہ ہوا، لیکن اب وہاں بھی معاشرتی حالات بدل رہے ہیں۔ امام خمینی[32] کے انقلاب کے بعد ایران میں بھی خواتین تمام شعبہ ہائے زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی نظر آتی ہیں[33]۔ پاکستان میں عورتوں کے حقوق کی تحریک پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی۔ بانی پاکستان نے اپنے خطاب میں برملا کہا کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک اس کی عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ نہ کھڑی ہوں[34]۔ لہذا عورتوں کو میدان عمل میں لانے کے لیے تمام شعبہ ہائے زندگی میں ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی 'اپوا' (آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن) کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مس فاطمہ جناح، بیگم خواجہ ناظم الدین، سلمیٰ تصدق حسین، بیگم جی اے خان اور سرکاری حکام کی بیگمات اس تنظیم کی روح رواں تھیں۔ چنانچہ آرٹ اکیڈمی، زنانہ نیشنل گارڈز، گرل گائیڈز، بلیو برڈز، زنانہ رضاکار اور زنانہ نرسوں کی تنظیمیں وغیرہ قائم کی گئیں۔ 1962ء میں اپوا انجمن نے صدر ایوب سے عائلی قوانین منظور کرائے۔ 1973ء میں عورتوں پر تمام سرکاری ملازمتوں کے دروازے کھل گئے۔ 1975ء میں میکسیکو کی عالمی کانفرنس میں شرکت کے بعد پاکستان میں کئی خواتین تنظیمیں غیر سرکاری طور پر وجود میں آئیں۔ 1988ء میں بے نظیر بھٹو کے دور میں ایک مستقل وزارت "Ministry of Women" کے نام سے قائم کی گئی۔ خواتین کے الگ بینک، الگ تھانے قائم ہوئے، عدلیہ میں بھی خواتین جج مقرر ہوئیں۔ تمام سرکاری ملازمتوں میں خواتین کا مستقل کوٹہ مقرر ہوا۔ 1990ء میں پاکستانی خواتین کا وفد تیسری عالمی خواتین کانفرنس جو کوپن ہیگن میں ہوئی، اس میں پہلی مرتبہ سرکاری طور پر شریک ہوا اور خواتین کے حقوق پر مشتمل دستاویز پر دستخط بھی کئے۔ ستمبر 1995ء میں بیجنگ میں خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس میں پاکستان کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سربراہ ہونے کے ناطے برضا ورغبت اس پر دستخط ثبت کئے۔ ستمبر 1994ء میں 'خواتین انکوائری کمیشن' قائم کیا گیا۔ پارلیمنٹ میں خواتین کو نمائندگی دی گئی۔ خواتین کے تحفظ کے لیے کئی بل منظور کیے گئے۔ ویمن ایمپاورمنٹ کو فروغ دینے، سماجی زندگی میں ان کی بامعنی شمولیت کو یقینی بنانے نیز ان کے خلاف امتیازی سلوک اور تشدد کو کم کرنے کے لیے حکومتِ پنجاب نے 2012، 2014 اور 2016 میں پنجاب ویمن ایمپاورمنٹ پیکیجز کے ذریعے جامع عملی اقدامات کیے۔ ان میں عورتوں کے تحفظ، معاشی حقوق اور نوکریوں میں زیادہ شمولیت کے حقوق شامل ہیں[35]۔

ویمن ایمپاورمنٹ کے مثبت اثرات

یہ ویمن ایمپاورمنٹ تحریک کے اثرات ہی ہیں کہ ہر خطہ زمین میں عورت کے حقوق واختیارات کے لیے قانون سازی ہو رہی ہے، تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس کی آمد کو خوش آمدید کہا جا رہا ہے۔ نہ صرف گھر میں ہی بلکہ گھر سے باہر بھی اس کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے قانون سازی ہو رہی ہے، وہ ہر جگہ مرد کے شانہ بشانہ کھڑی نظر آتی ہے، وہ اپنی قوت بازو کے ذریعے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا رہی ہے۔ اس سلسلے میں ویمن ایمپاورمنٹ کے چند مثبت اثرات یہ سامنے آئے ہیں۔

1- ملکی معاشی سرگرمی میں اضافہ

ملکی معاشی ترقی میں خواتین نمایاں حصہ لے رہی ہیں۔ وہ زمانہ اب گزر گیا جب گھر سے باہر کے تمام کام صرف اور صرف مردوں کی ذمہ داری سمجھے جاتے تھے۔ پہلے خواتین کے لئے تعلیم اور صحت کے شعبے ہی

مناسب سمجھے جاتے تھے۔ لیکن اب تو دنیا میں کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں تعلیم یافتہ خواتین نے اپنی جگہ نہ بنائی ہو۔ کئی تحقیقاتی رپورٹس کے مطابق جن کمپنیوں کے فیصلہ سازوں میں خواتین شامل ہیں، انہوں نے نسبتاً کم خواتین فیصلہ ساز رکھنے والی کمپنیوں سے زیادہ معاشی ترقی کی ہے۔ جن کمپنیوں نے خواتین ملازمین کو تربیت کی فراہمی اور ان کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں میں اضافے کے لیے اقدامات کیے، ان کے سالانہ منافع میں 34 سے 36 فیصد اضافہ ہوا[36]۔ 1997ء سے 2002ء کے دوران خواتین کی زیر ملکیت کمپنیوں نے تقریباً 20 فیصد شرح نمو کے ساتھ ترقی کی، جبکہ دیگر کمپنیوں کی شرح نمو سات فیصد رہی۔ اس طرح 2002ء سے 2005ء تک نئے کاروبار کا آغاز کرنے والی کمپنیوں میں ہر تیسری کمپنی کسی خاتون کی ملکیت تھی۔ امریکا میں خواتین کی زیر ملکیت کاروباری اداروں نے دیگر اداروں کے مقابلے میں دگنی ترقی کی۔ جونہی دنیا میں خواتین کو تعلیم کے مواقع ملے ان میں چھپی ہوئی صلاحیتیں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔ چین، ہندوستان، برازیل، جنوبی افریقہ اور روس کے کاروباری اداروں پر 30 فیصد خواتین حکمرانی کر رہی ہیں[37]۔ چین میں مالیاتی شعبوں میں 60 فیصد خواتین اعلیٰ عہدوں پر کام کر رہی ہیں۔ یہ شرح عالمی شرح سے بہت ہی زیادہ ہے۔ تعلیم کے یکساں مواقع ملنے سے اب عالمی سطح پر جنسی امتیاز کم سے کم ہوتا جارہا ہے۔ پاکستان میں بھی ایسی تبدیلیاں نمایاں ہیں۔ کوئی بھی محکمہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں تعلیم یافتہ خواتین نے اپنی جگہ نہ بنائی ہو۔ تدریس سے لیکر مسلح افواج تک خواتین ہر شعبہ زندگی میں نظر آنے لگی ہیں۔ 2000ء-1999ء میں پاکستان کی کل لیبر فورس میں خواتین کا حصہ صرف 13 فیصد تھا لیکن اب یہ حصہ 21.6 فیصد ہو گیا ہے[38]۔

ہندوستان میں تو گزشتہ 8 سالوں میں کل لیبر فورس میں خواتین کا حصہ 4 فیصد سے بڑھ کر 34 فیصد تک ہو گیا ہے۔ یوں لیبر فورس میں ہر سال 4 فیصد خواتین کا حصہ بڑھ رہا ہے[39]۔ چین کے حالات خواتین لیبر فورس کے لحاظ سے اس لئے بہتر ہیں کہ وہاں انقلاب کے بعد ہی تعلیم سب کے لئے لازمی قرار دے دی گئی تھی۔ مردوں اور عورتوں دونوں سے کھیتوں اور فیکٹریوں میں برابر کام لئے جاتے تھے۔ چین کے ساتھ ساتھ پورے مشرقی ایشیا میں خواتین نے اپنے اپنے ملکوں کی ترقی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے[40]۔ پاکستان میں کئی خواتین نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا اپنی کامیاب کمپنیاں بنا کر منوایا ہے اور یوں معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان سافٹ ویئر ایسوسی ایشن کی صدر بھی ایک قابل خاتون ہیں[41]۔ پاکستان میں برسر روزگار خواتین کی تعداد گزشتہ ایک دہائی کے دوران چھپن لاکھ نوے ہزار سے بڑھ کر ایک کروڑ اکیس لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے[42]۔ عورت نے سیاسی، معاشی، تعلیمی، سائنسی اور دیگر تمام شعبہ جات میں اپنی ذمہ داریاں نبھائیں اور مردوں کی برابری کرنے کی کوشش کی۔

Kirsten Amundsen کے اندازے کے مطابق درحقیقت 13 ملین سے زیادہ نوجوان خواتین اس وقت (امریکہ میں) کام پر لگی ہیں، وہ اس وقت ہمارے کام کی طاقت کا 40% ہیں[43]۔ بیسویں صدی کے اخیر میں روس ایک ایسا ملک تھا، جہاں نوکری کرنے والی عورتوں کا تناسب دوسرے ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں سب سے زیادہ رہا۔ "Tatyana Mamonova" لکھتے ہیں کہ جدید صنعتی معاشروں میں روس ایک ایسا ملک ہے جہاں جاب کرنے والی خواتین کا تناسب طب، قانون اور انجینئرنگ کے پیشوں میں تمام مغربی ممالک کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے۔اسی طرح زراعت، تعمیرات اور میٹل ورکس میں بھی ان کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے [44]۔امریکا میں ملازمت پیشہ افراد میں صنفی اعتبار سے پایا جانے والا فرق ختم ہونے سے امریکا کا جی ڈی پی 9 فیصد تک بڑھ جائے گا، اسی طرح برازیل، روس، بھارت اور چین کے علاوہ ان گیارہ ممالک (بنگلہ دیش، مصر، انڈونیشیا، ایران، میکسیکو، نائیجیریا، پاکستان، فلپائن، جنوبی کوریا، ترکی اور ویت نام) میں ملازمین میں پائے جانے والے جینڈر گیپ کے خاتمے سے ان ممالک کی فی کس سالانہ آمدنی میں 2020ء تک 14 فیصد اور 2030ء تک بیس فیصد اضافہ کیا جا سکتا ہے[45]۔

2-عورت کی معاشی ایمپاورمنٹ گھریلو خوشحالی کا ذریعہ

اس وقت تقریباً دنیا بھر میں گھر کے جتنے بڑے افراد ہیں وہ سبھی معاشی سرگرمیوں میں شریک ہیں اور معاشرہ ترقی وخوشحالی کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔خاندانوں کے معیار زندگی میں جو اضافہ ہو رہا ہے وہ تقریباً عورتوں کے بڑے پیمانے پر ورک فورس میں شامل ہونے کا نتیجہ ہے اور گھریلو اخراجات جو پہلے ایک کمانے والے کی آمدنی سے پورے ہوتے تھے، اب ان کے پورا ہونے کا دار و مدار دو افراد [مرد اور عورت] کی آمدنی پر ہے[46]۔یوں عورت بلاشبہ زندگی کے ہر شعبے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔وہ خاندانی آمدنی میں اضافے کا باعث بن رہی ہے۔ مجموعی طور پر ان قوموں نے مادی لحاظ سے جتنی بھی ترقی کی ہے اس میں عورت کی صلاحیتوں اور کوششوں کے دخل کے ساتھ خون پسینے کی آمیزش ہے اسی وجہ سے ان معاشروں میں مادی راحتوں کا دور دورہ ہے[47]۔خواتین خریداروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر بین الاقوامی کمپنیوں کی حکمت عملی میں بھی بنیادی تبدیلیاں دیکھنے میں آئی ہیں۔ اب ان کے پیش نظر نت نئی مصنوعات اور خدمات کو متعارف کروا کر خواتین کی توجہ حاصل کرنا ہے۔ صارف کی حیثیت سے بھی خواتین کی اہمیت کو نظر انداز کرنا اب ممکن نہیں رہا[48]۔

3-لڑکیوں میں اعلیٰ تعلیم اور پیشے کا رجحان

ایک محتاط اندازے کے مطابق کراچی یونیورسٹی میں طالبات کی تعداد لگ بھگ ستّر فیصد تک جا پہنچی ہے۔یعنی اس اندازے کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر لڑکوں کی تعداد صرف تیس فیصد ہی تسلیم کی جائے گی[49]۔یقیناً ملک کی خواتین میں حصولِ تعلیم کا رُجحان بے حد خوش آئند ہے۔ ایسے گھرانے جہاں لڑکیوں کو

پانچویں جماعت یا پھر آٹھویں جماعت سے آگے پڑھانے کو بہت معیوب یا خلافِ مذہب سمجھا جاتا تھا، آج ان گھرانوں کی لڑکیاں بھی پروفیشنل اداروں میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ برسرِ روزگار خواتین کی تعداد گزشتہ ایک دہائی کے دوران چھپن لاکھ نوے ہزار سے بڑھ کر ایک کروڑ اکیس لاکھ سے زیادہ ہو چکی ہے[50]۔ ویمن ایمپاورمنٹ کی بدولت لڑکیوں میں اعلیٰ تعلیم کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ لڑکیاں تعلیم سے فراغت کے بعد تمام شعبہ ہائے زندگی میں ملازمت کے ذریعے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا رہی ہیں اور نہ صرف اپنے لیے بلکہ گھر والوں کے لیے باعزت روزگار کما رہی ہیں۔ اس وقت ہائی سکول میں جانے والی لڑکیوں کی تعداد 43٪ اور یونیورسٹی لیول پر لڑکیوں کی مجموعی تعداد 47٪ ہے[51]۔

ویمن ایمپاورمنٹ: بعض قابل غور پہلو

ویمن ایمپاورمنٹ کے فائدوں میں سے یہ کہ عورت کو ووٹ کا حق مل گیا، آزادی مل گئی، ، معاشرے میں جداگانہ شناخت مل گئی، معاشی تقویت مل گئی۔ ویمن ایمپاورمنٹ کے نظریات و تحریکات میں بلا شبہ عورت اور معاشرے کی ترقی کی بہترین کاوشیں ہیں لیکن اس کے کچھ منفی اثرات جن کو زیر بحث لانا اس لئے معنی رکھتا ہے کہ نقائص کا حل نکالنے کے لئے ان کا جاننا اور سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ عورت کی اس بے قید آزادی و اختیارات سے ایسا عدم توازن پیدا ہوا ہے کہ اس کے بڑے منفی نتائج سامنے آ چکے ہیں۔

1- عورت پر دوہرا بوجھ

عورت ایمپاورمنٹ کے حصول کے دھوکے میں ساری مردانہ ذمہ داریاں اٹھانے کے باوجود بھی حقیقتاً نقصان میں ہی رہی اور اس کا سارا فائدہ مرد کو ہوا۔ "آج کی ترقی کا انوکھا نتیجہ یہ ہے کہ عورتوں پر کام کا بوجھ اتنا بڑھ گیا ہے کہ اس سے پہلے یہ معاملہ کبھی پیش نہ آیا تھا۔ امریکی بیویوں کو خانہ داری میں کوئی مدد حاصل ہو سکتی ہے، نہ وہ خود یکسوئی سے خانہ داری میں کوئی دلچسپی لے سکتی ہیں۔ لہذا آج کی عورت یک دم دوہرا بوجھ اٹھانے پر مجبور ہے، گھر میں بحیثیت بیوی کے اور دوسرا بوجھ دفتر یا کارخانے میں بحیثیت اجیر کے۔ یہ چیز کسی طرح بھی امید افزا نہیں ہے[52]۔ "بقول "Jacob Young" ایک بڑا مسئلہ جس سے روسی عورتیں دوچار ہیں۔ وہ ان پر دوہرا بوجھ ہے۔ وہ اس کی تفصیل یوں بیان کرتا ہے:۔

One of the biggest problems that Soviet women face is the double burden of holding down, a full time job and carrying for a house hold for many, a typical day begins with an early morning, bus ride to the office and includes standing in long times at lunch time for the daily shopping, then dinner must

be prepared, the children put to bed, the house cleaned. Few husbands pitch into held with these chores. According to a recent government reports, the average wife spends thirty four hours a week in work around the home, while her husband puts in just six.[53]

2- اخلاقی ضابطوں کا انہدام

سب سے پہلے یورپی خواتین مردانہ شعبوں میں ملازمت کے لئے آئیں اور اب اس تجربہ پر خاصہ عرصہ بیت چکا ہے۔ یورپ میں خواتین کو مالی آسودگی اور معاشی ترقی کے ساتھ معاشرتی و فکری انارکی اور خاندانی ریزہ ریزی کے "ثمرات" بھی حاصل ہوئے۔ صرف امریکہ میں بچوں کی کم از کم 30% تعداد غیر قانونی ہے۔ یہی صورت حال فرانس میں ہے کہ اس کا ہر پانچواں بچہ ناجائز ہے۔ جبکہ برطانیہ میں ہر چوتھا بچہ غیر قانونی ہے[54]۔ جن کی پرورش ریاست کے بجٹ سے کی جاتی ہے اور نتیجہ اقتصادی زبوں حالی کی صورت میں سامنے آتا ہے کیونکہ ہر بچے پر سالانہ تقریباً 18000 ڈالر خرچہ آتا ہے[55]۔ امریکہ میں سالانہ لاکھوں اسقاطِ حمل کے آپریشن کئے جاتے ہیں، مانع حمل ادویات اور دیگر وسائل عام دستیاب ہیں، ان کی سوسائٹی میں شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جو زانی نہ ہو۔ ان کی جنسی بھوک کا حال یہ ہے کہ ختم ہونے کو نہیں آتی، طریقے بدلتے رہتے ہیں اور روز بروز مجرمانہ انداز گھناؤنا ہوتا جارہا ہے۔ عصمت سوزی اور جنسی بے راہ روی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ مغربی ممالک کے پاس اب سوائے افسوس اور اعتراف کے کچھ نہیں بچا[56]۔ مختلف کمپنیاں اپنی اشتہاری مہمات کے لیے عورتوں اور اپنی ملازم خواتین سے وہ کام لیتی ہیں کہ درندے بھی شرما جائیں[57]۔ دنیا بھر میں عورت اشتہاری کمپنیوں کا جزءلاینفک ہے، بلکہ حالت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ اس کے کپڑے تک اتروادیئے گئے ہیں۔ اس کا جسم دکھلا کے اپنی چیزیں بیچی جاتی ہیں۔ فحش رسائل واخبارات میں ہیجان انگیز عریاں تصاویر کو مارکیٹنگ کا وسیلہ کہا جاتا ہے[58]۔ دس فیصد عزت کی نوکریوں کو چھوڑ کر وہ عام طور پر آفس کی رونق، گھر سے باہر بھی مردوں کے دل بہلانے کے لیے ایک ماڈل، ایک کال گرل، ریسپشنسٹ، سیل گرل ہے، گاہکوں کو متوجہ کرنے والی ایک منافع بخش جنس ہے۔ ہر جگہ وہ اپنی خوبروئی، دلفریب ادا اور شیریں آواز سے لوگوں کی ہوس نگاہ کا مرکز ہے[59]۔

ویمن ایمپاورمنٹ کے نتیجے میں عورت بیرونی سرگرمیوں میں زیادہ مصروفیت کی وجہ سے گھریلو ذمہ داریوں سے لاپرواہی برتتی ہے اور بعض اوقات وہ یہ تصور کرتی ہے کہ چونکہ وہ بیرونی فرائض سرانجام دیتی ہے لہذا گھریلو ذمہ داریاں اس پر لازم نہیں حالانکہ یہ سوچ غلط ہے اور اس کا نتیجہ سوائے انتشار و فساد کے اور کچھ نہیں

نکلتا۔ سترہ لاکھ آبادی کے شہر اسلام آباد میں 2011 کے دوران 597 جوڑوں نے علیحدگی اختیار کی جبکہ سال 2002 میں یہ تعداد صرف 208 تھی۔ اس حوالے سے پاکستانی حکومت کے پاس قومی سطح کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے[60]۔ مغربی ممالک میں طلاق کی شرحوں میں لگاتار اضافہ ہو رہا ہے۔ 2010ء میں امریکہ میں 54.4%، جرمنی میں 39.4%، روس میں 43.3%، ڈنمارک میں 44.5% اور برطانیہ میں 42.6% طلاق کا تناسب تھا[61]۔ یہ صورتِ حال، اس کے باوجود ہے کہ بے نکاح تعلقات کا رواج عام ہے۔

3-عدم تحفظ (عورت دنیا میں آج بھی اپنا مقام نہ بنا سکی)

دنیا بھر کے معاشروں میں کام کی وجہ سے باہر نکلنے سے عورت کے عدم تحفظ میں اضافہ ہوا ہے اور عدم تحفظ کی وجہ سے ہی عورت بے حرمتی کا شکار ہے۔ اجتماعی زیادتی کے واقعات ساؤتھ ایشیا میں سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ فلپائن اور تھائی لینڈ میں پانچ لاکھ چھوٹی بچیاں طوائفیں ہیں۔ ان کا ذریعہ آمدن بھی یہی ہے[62]۔ پنجاب میں 2012 تا 2015 میں غیرت کے نام پر 922 قتل ہوئے، تیزاب گردی کے 110 واقعات دیکھنے کو ملے، جبکہ چولھے سے جلنے کے دس واقعات پیش آئے۔ صرف 2015 ہی میں ریپ کے 2701 کیس درج ہوئے۔ 2014 میں جنسی ہراسانی کے محتسب کو 12 جبکہ 2015 میں 34 شکایات موصول ہوئیں۔ عورتوں کے خلاف تشدد کی بلند شرح، بشمول کام کرنے کی جگہوں پر ہراسانی کی وجہ سے عورتیں اپنے تحفظ کی خاطر کام کرنے سے کتراتی ہیں، خاص طور پر اگر انھیں دور دراز کا سفر کرنا ہو[63]۔ دنیا بھر میں پاکستان عورتوں کے لیے تیسرا خطرناک ترین ملک بن چکا ہے[64]۔

قتل کی جانے والی خواتین پر غیر ازدواجی تعلقات کا الزام لگانے کا رواج بہت عام ہے لیکن دراصل غیرت کے نام پر ہونے والی زیادہ تر وارداتیں لڑکی کی اپنے گھر والوں کی مرضی کے بغیر شادی یا اس کی کوشش کا نتیجہ ہوتی ہیں[65]۔ 2012 میں ملک میں غیرت کے نام پر قتل کے 1636 واقعات ریکارڈ ہوئے۔ پاکستان میں کسی لڑکی یا عورت کو قتل کرنے کے لیے محض یہ الزام ہی کافی سمجھا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے خاندان کی عزت میں کمی آئی[66]۔ سالانہ ایک ہزار کے لگ بھگ خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ 2015ء میں 1100 خواتین کو اس ضمن میں ہلاک کیا گیا[67]۔ روس جہاں خواتین کی اکثریت مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہے وہاں 1994ء میں 15000 عورتوں کو ان کے خاوندوں یا والدین نے قتل کر دیا۔ 14000 عورتیں بے آبرو ہوئیں۔ بے آبرو ہونے والی عورتوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ بے آبرو ہونے والی عورتوں کی اکثریت اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کا ذکر نہیں کرتی[68]۔ اس کے علاوہ 333 پولیس والیوں میں سے نصف نے کہا کہ وہ اپنے افسران کی جانب سے جنسی زیادتی کا شکار ہوئیں ہیں اور جن لڑکیوں نے ان کی خواہشات کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے انہیں طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جبکہ جو بات مان لیتی ہیں اور ہتھیار ڈال دیتی ہیں

ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا جاتا ہے اور بھاری ذمہ داریاں بھی نہیں ڈالی جاتیں [69]۔امریکہ میں دورانِ ملازمت 42% ملازم خواتین جنسی زیادتی کا شکار ہوتی ہیں جبکہ صرف 7% حادثات کی خبر ذمہ دار اداروں کو دی جاتی ہے نیز ان میں سے 90%خواتین نفسیاتی امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں لیکن ان میں سے صرف 12% نفسیاتی علاج کے لئے رجوع کرتی ہیں[70]۔

4-مردوں کی نسبت کم معاوضہ (سستی لیبر کی فراہمی)

ایک ہی قسم کی ملازمت میں خواتین مردوں کے مقابلے میں کم آمدنی حاصل کر پاتی ہیں، مثال کے طور پر امریکہ میں 1970ء میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی اوسطاً تنخواہ 59% تھی [71]۔دنیا کی آبادی میں عورتوں کی تعداد 51% ہے۔ان میں سے 66% ملازمت کرتی ہیں اور 01% سے بھی کم جائیداد کی مالک ہوتی ہیں[72]۔ پنجاب میں ایک مرد کی اوسطاً آمدنی 17078 ہے جبکہ عورت کی اوسطاً آمدنی 3645 روپے ہے[73]۔ماہرین معاشیات نے 2006ء سے 2013ء تک مردوں اور خواتین محنت کشوں کی اجرتوں میں فرق کی بناپر دنیا کو 136 ممالک کی فہرست جاری کی تھی۔ان سات سالوں میں برطانیہ نویں نمبر سے اٹھارویں نمبر پر پہنچ چکا تھا۔ لیکن 2014ء میں برطانیہ 18ویں نمبر سے 26ویں نمبر پر پہنچ گیا۔اسی سال کام کی جگہوں پر خواتین کی اوسط اجرت 2700 پاؤنڈ تک گر گئی۔یعنی 18000 پاؤنڈ سے گر کر 15400 پاؤنڈ سالانہ تک آگئی تھی جبکہ اسی دورانیے میں مرد محنت کشوں کی اوسط اجرت 24800 پر جامد تھی۔یوں مرد اور خواتین محنت کشوں کی اجرت کا سالانہ فرق بڑھ کر 6800 پاؤنڈ سے 9400 پاؤنڈ تک پہنچ گیا۔اگر باقی دنیا کے اور بالخصوص ترقی یافتہ ممالک کے اعداد و شمار کو کھنگالا جائے تو ملتی جلتی صورتحال ہی نظر آئے گی [74]۔

ویمن ایمپاورمنٹ کی جدید تحریکیں اور اسلامی تعلیمات
(مقاصد و اثرات کا تقابل)

موجودہ ویمن ایمپاورمنٹ کے حصول کے سلسلے میں اس بات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ عورت صنف نازک ہے۔اس سے مردوں کے برابر سخت اور مشقت طلب کام لیا جاتا ہے۔حالانکہ وہ اس دوران فطری تکالیف بھی برداشت کرتی ہے جس سے اس کی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔مزید براں عورت کی معاشی جدوجہد کے حصول نے اس کی مرد کے ساتھ ایک طرح سے کشمکش پیدا کر دی ہے۔ان کے درمیان عزت و اخلاق اور حیا کی فضا کمزور ہونے لگی ہے۔مرد اپنی تجارت کو بڑھانے اور اپنی مصنوعات کی پبلسٹی کے لئے اسے استعمال کر رہا ہے۔نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہزار روپے کی کوئی چیز ہو یا دو پیسے کی، عورت کی پرکشش اور دل لبھانے والی تصویر اس پر ضرور موجود ہو گی۔وہ ہوٹلوں اور کلبوں میں مہمانوں کا استقبال کرتی ہے وہ ایر ہوسٹس

کے فرائض سر انجام دیتی ہے۔ غرضیکہ عورت اپنی معاش اور جدید ایمپاورمنٹ کے حصول کی خاطر اس طرح شائد کبھی ذلیل اور رسوانہ ہوئی ہوگی۔ جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ موجودہ دور میں عورت کو مرد کے برابر حقوق واختیارات حاصل ہیں۔وہ مرد کے شانہ بشانہ ہر سرگرمی میں حصہ لینے کی اہل ہے دوسری طرف معاشی ضروریات اتنی بڑھ گئی ہیں کہ تنہا مرد پورا نہیں کر سکتا۔دراصل ہر شخص کے سامنے مغرب کا معیار زندگی ہے۔ معاشی مسابقت کی بدولت گھر کا سکون تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔یہ تمام باتیں اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔اسلام کمزور کے استحصال کی اجازت نہیں دیتا بلکہ کمزور کو مضبوط سے تحفظ فراہم کرواتا ہے

خود معاشرے اور حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ عورت کو رہنمائی فراہم کریں۔عورت کی پہلی ذمہ داری معاشرے کی تعمیر ہے۔اس کی صنعت و تعمیر کی فیکٹری گھر اور خاندان کا دائرہ ہے۔اس کارگاہِ خشت سازی میں سے نکلنے والی پختہ اینٹیں اُسی صورت میں تراش اور پک کر سوسائٹی کو مل سکتی ہیں جب اولاد کی صحیح تربیت اور خاوند کو عورت کی طرف سے توجہ نیز تعاون کا بھرپور احساس ملتا رہے۔مردوں کو اپنے میدان میں خوش اسلوبی سے نشاطِ کار دکھانے نیز ملک، قوم، دین و ملت کو بہترین اور مثبت ثمراتِ عمل دکھانے کے لیے گھر میں بیٹھی ہوئی عورت کے تعاون کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔عورت کے تعاون کی سب سے بڑی اور موثر صورت یہ ہے کہ وہ مرد کو گھر، تنظیم اور اولاد کی تربیت کے معاملے میں مطمئن و مسرور رکھے۔ملت کو گھر کی چار دیواری کے اندر سے صالح اولاد کی صورت میں راست اور پختہ بنیاد فراہم نہ کی جائے تو چار دیواری کے باہر مرد کی ساری مساعی اور کاوشات بھی رائیگاں اور سارے جذبے ضائع چلے جانے کا امکان غالب رہتا ہے۔اس کا اگلا اور بدترین نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ساری ملت زوال پذیر ہو جاتی ہے۔

مغرب کی عورت نے جب آزادی اور حقوق کی جدوجہد شروع کی تھی تو واقعی وہ محرومیوں کا شکار تھی ،اُس کے حقوق سلب ہو چکے تھے۔اُس کا نسوانی وقار تار تار ہو چکا تھا۔انسان کی حیثیت سے عورت کو فطرت کی طرف سے جو کچھ ملا ہوا تھا۔وہ بھی اُس تہذیب کے ٹھیکیداروں نے ہڑپ کر رکھا تھا۔ان حالات میں اس کا اپنے حقوق کی خاطر چیخنا چلانا بالکل بجا تھا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان عورت کو مغرب کی فکری یلغار کے مفسدات و مفاتن سے آگاہ کیا جائے۔اسے اسلامی ثقافت اور مومنانہ تمدن و معاشرت کے اصولوں کا علم دیا جائے۔ویمن ایمپاورمنٹ کی سیکولر تحریکوں کا ہدف یہ ہے کہ مسلمان عورت اپنے دین اور مخصوص نسوانی فرائض کے معاملے میں تشویش کا شکار ہو جائے تاکہ جس طرح مغرب میں عورت نسوانیت کی دولت کھو چکی ہے یہاں بھی یہی کچھ رُونما ہو جائے۔تہذیب مغرب نے اپنے ہاں عورت کو کیا دیا؟ آزادی اور مساوات کے نام پر جس تاریک غار میں دھکیل دی گئی ہے وہاں سے نکلنے کا اُسے اب کوئی راستہ نظر نہیں آرہا۔اس نے نعروں کے فریب میں آکر اپنی زندگی کی ساری امیدیں، رُوح و قلب کا تمام سکون، اپنی قدر و قیمت اور نسوانی عظمت گم کر دی

ہے۔ اس کے برعکس مسلمان عورت مالیات و اقتصاد میں مرد سے زیادہ آسودہ اور اطمینان بخش مقام رکھتی ہے۔ ملک و وراثت میں مالکانہ اور آزادانہ حیثیت رکھتے ہوئے بھی اُس پر معاشی ذمہ داری کا بوجھ نہیں ہے۔

جدید ویمن ایمپاورمنٹ تحریکوں کے طور طریقے دیکھ کر پاکستانی عورت دوراہے پر ہے کہ وہ کون سی راہ اختیار کرے؟۔ وہ دونوں راہوں کے سنگریزے دیکھ دیکھ کر اسلام کی پہچان کی کوشش میں ادھ موئی ہو چکی ہے۔ کبھی وہ عورت کے نسائی اور گھریلو کردار کو اسلام کے عین مطابق سمجھتی ہے اور کبھی وہ ترقی اور معاشی استحکام کو اسلام کا تقاضا جان کر اسلامی معاشروں کے روایتی نسوانی کردار سے نفرت کو اپنے دل میں جگہ دیتی ہے۔ کبھی وہ مغرب کی عورت کو تحسینی نگاہوں سے دیکھتی ہے تو کبھی اسے نسوانیت کی تذلیل قرار دیتی ہے۔ کبھی وہ اپنے ملی و قومی مفادات کے تقاضوں کو جانچنے کی کوشش کرتی ہے تو کبھی اپنی فطری نزاکتوں و کمزوریوں کو معاشرے میں تولنے لگتی ہے۔ اپنے لیے کسی بھی راہ کے شعوری انتخاب کے باوجود بھی وہ احساس طمانیت سے خالی ہے۔ ایسے میں اس کے حقوق کے نعرے اور اسلامی تعلیمات کا غلغلہ انتہائی کشش کا باعث ہے۔

پاکستانی عورت کے لیے یہ مسئلہ اور بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ اگر اسلام اسے بہت سے حقوق دیتا ہے تو مختلف معاشروں کے رسم و رواج میں گھر کر مردوں سے اسے یہ جائز حقوق و اختیارات بھی حاصل نہیں ہوتے۔ مسلم حکومتیں قرآن و سنت میں ان کو ملنے والے جائز حقوق پر مسلمان مردوں کو تعلیم و تربیت دینے کی بجائے ان کے لیے اصلاح کا جو ماڈل تجویز کرتی ہیں وہ بھی مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب سے رہنمائی لیتا ہے۔ یہ امر شک و شعبہ سے خالی نہیں کہ اسلام نے خواتین کو متعدد حقوق و اختیارات دیے ہیں، لیکن خواتین کو یہ حقوق و اختیارات موجودہ معاشروں میں حاصل نہیں ہو رہے۔ اسلامی نظام میں عورت کو گھر کی پناہ گاہ سے باہر آنے پر مجبور کیے بغیر تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں اور اس کی مکمل کفالت اور تمام ضروریات کی تکمیل مرد کی ذمہ داری ہے۔ مسلم دنیا میں خاندان کا ادارہ اسی بنا پر آج بھی مستحکم ہے اور مسلمان معاشروں میں عورتیں بالعموم ان مسائل سے دوچار نہیں ہیں جن سے مغرب کی عورت کو سابقہ درپیش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کی عورت اس سپر ویمن رول ماڈل سے بیزار ہو چکی ہے جس کا جھانسہ دے کر اسے گھر کی جنت سے نکال کر کارگاہوں اور بازاروں کی زینت بنایا گیا ہے اور پانچ ہزار عورتوں سے انٹرویوز کرنے کے بعد ان کی بھاری اکثریت کی آراء کی روشنی میں ٹاپ سانتے کی ایڈیٹر کو کہنا پڑا ہے کہ

Working women are heartily sick of these do it all role models. It is time for super women to be put back in her box.[75]

ملازمت پیشہ عورتیں ہر چیز کی ذمہ داری والے اس طرز زندگی سے شدید بیزار ہو چکی ہیں، وقت آگیا ہے کہ سپر ویمن اپنے گھر واپسی کی راہ لے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برطانیہ، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، پرتگال، سپین اور دیگر یورپی ممالک اس وقت بھی سائنسی ترقی کے قابل رشک مدارج طے کر چکے تھے جب ان ممالک میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق نہیں ملا تھا۔ جنگ عظیم دوم میں مرنے والے کروڑوں مردوں کے خلا کو پر کرنے کے لیے بادلِ نخواستہ یورپی عورتوں کے باہر نکلنے کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

جب ہم کہتے ہیں کہ عورت کو گھریلو زندگی کو اپنی پہلی ترجیح سمجھنا چاہئے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر زندگی بسر کرے۔ گھریلو زندگی سے باہر اگرچہ عورتوں کے ہی مخصوص تعلیمی، تبلیغی، رفاہی اور سماجی حلقوں میں عورت بھرپور انداز میں شریک ہو سکتی ہے لیکن ان حلقوں میں شرکت کو اسے پیشہ ورانہ مشغولیت کی صورت اس قدر ہرگز نہیں دینی چاہئے کہ خاندانی زندگی نظر انداز ہو جائے۔ 'عورت اور ترقی' کے حوالہ سے ہمارے دانشوروں کو بہت بڑا چیلنج در پیش ہے کہ وہ ملکی ترقی میں جدید پاکستانی عورت کے کردار کے حوالہ سے ایسا فریم ورک تشکیل دیں جس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اعلیٰ انسانی قدروں کا رنگ بھرا جاسکے جو مرد اور عورت کے مخصوص دائرہ کار کے اس تصور کی روشنی میں پیش کیا جاسکے جس میں معاشرے کی مادّی واخلاقی دونوں طرح کی ترقی کے مقاصد کا حصول ممکن ہو، کیونکہ ہمیں غیر مسلم سماج کے سامنے ایک ایسا ماڈل پیش کرنا ہے جس میں عورت کو اس کا صحیح مقام و مرتبہ حاصل ہو، وہ تمام انسانی آزادیوں سے لطف اندوز ہوتی ہو، اس کے حقوق ادا کیے جا رہے ہوں اور وہ گھر کی بنیادی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ایک متحرک اور فعال سماجی کردار بھی ادا کر رہی ہو۔ ان تمام کاموں کے ساتھ ساتھ بڑے پیمانے پر خوف خدا اور احساس جوابدہی پیدا کرنا بھی ایک اہم کام ہے۔ لاکھ اقدامات کر لیے جائیں لیکن جب تک ایک فرد کے اندر احساس جوابدہی پیدا نہ ہو جائے ممکن نہیں کہ وہ آلائشوں کی پگڈنڈی پر رواں دواں زندگی کی گاڑی کو صالحیت اور انصاف کی شاہراہ عظیم تک لا سکے۔

خلاصہ بحث

اسلام میں عورت ملکیت، وراثت کی حقدار اور آزادانہ حق رائے دہی رکھنے کے باوجود اقتصادی ذمہ داریوں سے بالکل آزاد ہے عورت کی پہلی ذمہ داری گھر کی تنظیم اور اولاد کی تربیت ہے ویمن ایمپاورمنٹ کے جدید تصور میں عورت کو ہر پہلو سے مرد کے مقابل لا کھڑا کیا گیا ہے اور عورت کو عورت کی حیثیت سے نہیں بلکہ مرد کی حیثیت سے پرکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مسلم حکومتیں عورت کی ترقی واختیارات کے لیے جو پالیسیاں ترتیب دے رہی ہیں وہ بھی مغرب کی تجویز کردہ ہیں دوسری طرف معاشرہ کے بعض رائج جاہلانہ رسم و رواج

عورت کے جائز حقوق واختیارات سے انکاری ہیں۔اس وقت عورت تمام شعبوں میں اپنی صلاحیتوں کالوہامنوا کر معاشی ذمہ داریاں ادا کرنے کے باوجود جاہلانہ روایات کی پاسداری اور اپنے کام کی ناقدری برداشت کر رہی ہے۔مغرب کی عورت محرومیوں سے تنگ آکر بغاوت پر آمادہ ہوئی اور آزادی کی تحریکوں کا سہارالیالیکن جب وہ آزادی،خود مختاری اور مساوات حاصل کر چکی تو پتہ چلا کہ وہ روح وقلب کا تمام سکون،اپنی قدر وقیمت اور نسوانی وقار کھو چکی ہے۔اس جدید ویمن ایمپاورمنٹ کے نتیجے میں گھریلو انتشار و فسادات،بچوں کی تربیت کے مسائل ،خواتین کا عدم تحفظ، مرد کی معاشی کفالت سے لاپرواہی ،عورت پر کام کا دوہرا بوجھ، جنسی آوارگی اور کام کی جگہوں پر عورت کی بے حرمتی،شرم وحیا کی کمی، سستی لیبر کی فراہمی اور مرد کی شہوانی ہوس کی تشفی شامل ہے۔ ایسے وقت میں اسلام کی روشنی میں ایسے فریم ورک کی تشکیل کی ضرورت ہے جس میں عورت کی مادی واخلاقی ترقی کا ماڈل تجویز کیا جائے اور عورت گھر کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ایک فعال اور سماجی کردار ادا کرے نیز عورت کے اس کردار کو سراہا جائے مزید یہ کہ اس کے نسوانی وقار،اس کے حیادار کردار کو برقرار رکھا جائے۔ ہمیں اپنے نظریات،روایات اور اقدار میں وقت کے تقاضوں کے ساتھ اسلام کے مطابق تبدیلی لانی چاہیے۔فائدہ مند کو اپنانااور نقصان دہ کو چھوڑ دینا چاہیے۔

سفارشات

1۔ ویمن ایمپاورمنٹ کے حوالے سے قومی سطح پر سفارشات مرتب کرتے ہوئے قرآن وسنت کو بنیاد بنایا جائے۔اس ضمن میں بین الاقوامی ضابطے وہی قابل قبول ہو سکتے ہیں جو قرآن وسنت سے مطابقت رکھتے ہوں۔اس معاملے میں عالم اسلام کاایک اجتماعی فورم بھی تشکیل دیا جاسکتا ہے۔

2-اسلام کے نظامِ کفالت کو متعارف کروایا جائے جس میں عورتوں کو مالی حقوق اور تحفظات فراہم کئے گئے ہیں۔

3۔کام کی جگہ پر عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خاتمہ کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں۔اس کے علاوہ عورتوں اور مردوں کے لیے الگ دائرہ کار کی اسلامی روایت کا اہتمام بھی یقینی بنایا جائے۔

4۔ایسے کمیشن اور وزارت بنی چاہیے جو خواتین کی صلاحیتوں،مہارتوں اور ذہانتوں کو بڑھاتے ہوئے ان کو سب کے سامنے لے کر آئیں۔

5۔سائن بورڈ پر عورت کی تحقیر کو بند کیا جائے۔میڈیا خواتین کے کردار کو مثبت انداز سے معاشرے کے سامنے پیش کرے۔

6۔خواتین کی عزت و حرمت کو تحفظ دیا جائے نیز گھریلو خدمات انجام دینے والی خاتون کو قومی ترقی کے عمل میں شریک سمجھا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] - http://www.huffingpost.com/jin-what is women empowerment_b_9396668.htm Retrieved on 13.2.2018

[2] -Oxford Advanced Learner's Dictionary of Current English, Fifth edition, Editor Jonathan Crowther, Oxford University Press 1999.p 132

[3] - Oxford Dictionaries.com, Retrieved on 01.11.2016.p144

[4] - ibid,p156

[5]-Chambers Dictionary, Chambers Inc. UK

[6] - Women's Economic Participation in Pakistan, Farida Shaheed, and Khawar Mumtaz, Status Report for UNICEF Pakistan. Islamabad: UNICEF.Published by Shirkatgah Islamabad 1990. p 26

[7] - United Nations Development Program (UNDP). Gender Inequality Index, UNDP (2010). Retrieved on 04.02.2017. hdr.undp.org/en/statistics/gii/.

[8] - Gender equality and women's empowerment: A critical analysis of the third millennium development goal.

Naila Kabeer. Gender & Development .2005.p 13

[9] - A Vindication on the rights of woman with structures on political and moral subjects, Mary Wollstone craft, published by Printed for J-Johnson-London on F-03, Johnson ,No.72. Saintpaul Church Courier Dover publications Mineola, New York .(firstly published on 1792). third edition1996. p 41

[10] -The Feminist challeng: the movement for women's Liberation in Britian and the united states,

David Bouchier,Published by Macmillan Press London1983.p 197

[11]-Sara Grimke:(6 2نومبر1792ء-22دسمبر1873ء)امریکی انقلابی ادیب ہیں۔

http://www.spartacus.schoolnet.co.uk/ USASgrimkeS.htm Retrieved on 23.3.2018

[12]-Angelina Grimke:(20فروری1805ء-26اکتوبر1879ء)امریکی سیاستدان، قانون دان اور سماجی انقلاب کی پیش رو تھیں۔

http://www.spartacus.schoolnet.co.uk/USASgrimke.htm Retrieved on 27.2.2018

[13]-Alizbeth Cody Stnton : (12نومبر1815ء-26اکتوبر1902ء)امریکی، سماجی، انقلابی خاتون اور ایک متشدد فیمینسٹ تھیں ۔

http://www.iep.utm.edu/stanton Retrieved on 29.3.2018

[14]-Susan B.Anthony :(15فروری1820ء-13مارچ1906ء)امریکن سول رایٹ لیڈر تھیں۔

(http://womenshistory.about.com/od/anthonysusanb/a/anthony.htm) Retrieved on 2.2.2018

[15] - Matilda Gage:(24مارچ1826ء-18مارچ1898ء)امریکن ادیب، معاشرتی ریفارمر، آزاد خیال، انقلابی ذہن کی حامل خاتون تھیں۔

http://www.nyhistory.com/gagepage/gagebio.htm Retrieved on 5.3.2018

[16] -The Feminist challenge,p197

[17] -ibid, p116

[18] -Modern Women: The lost sex , Ferdinand Lundberg and Marynia F. Farnham.Published by Harper and brothers, New York 1947. p 150

[19] -مغربی عورت کی جدوجہد کی چند جھلکیاں، مغربی عورت اور آدابِ زندگی، خالد سہیل ،ناشر زاہد لودھی، کرسٹولنک طباعت، رین پریس لاہور1988ء، ص101

[20] -Simone de Beauvoir : (January 1908 – 14 April 1986) was a French writer, intellectual, existentialist philosopher, political activist, feminist and social theorist.

[21] -The Best of Times, The Worst of Times: Feminism in the united states, Jahanne Brenner ,Edited by Monica Threlfall Introduced by Sheila Rowbotham, Published by Newlft Review Verso, London. First Publish1996. p 67

[22] -Feminism, Jane Freedman, Published by Viva books Private Limited New Delhi. First south asian 2002. p 4 6

[23] -ibid,p 56

[24] - Women, A feministic Perspective, Jo freeman, Published by May Field publishing company 285 Hamilton Avenue Palo Alto California. second edition 1979. p 561

[25] -The Best of Time, The Worst of Times: Feminism in the united states, Jahanne Brenner ,Edited by Monica Threlfall Introduced by Sheila Rowbotham, Published by Newlft Review Verso, London. First Published 1996. p 78

[26] -http/www.iran-bulletin.org/political-islamfeminism edited 2.html Retrieved on 23.4.2018

[27] -Fourth World Conference of Women, Beijing Sep1995. Pakistan National Report Prepared by Salma Waheed, p18

[28] - Beijing+5 update, [Beijing+5, News Letter (Report)]. This News letter is issued by the gender programme of united nation development policies (UNDP) Pakistan July1999. www.un-org/women watch/ daw/follow up/Beijing+5.utm Retrieved on 8.3.2018

[29] -Report of un commission 2015

[30] ۔قاسم امین:(1863ء-1908ء) قاسم بن محمد امین المصری ادیب اور ریسرچ سکالر تھے۔ مصر کے جج رہے، آزادی نسواں کے لیے جنون کی حد تک جدوجہد کی۔ اس حمایت اور دفاع کے سلسلے میں معروف ہوئے۔ "المراۃ الجدیدۃ اور تحریر المراۃ" ان کی معروف کتب ہیں۔

[31] ۔مستقبل الثقافۃ فی مصر، طٰہٰ حسین، مطبع معارف، دار المعارف للطباعۃ والنشر، سوسہ، تونس، 2001ء، ص41

[32] ۔آیت اللہ خمینی:(1902ء-1989ء) روح اللہ الموسوی الخمینی انقلاب ایران کے بانی، شیعہ مسلک کے مذہبی اور سیاسی راہنما تھے۔

[33] -Turkey Faces West,:Aturkish View of Recent Changes and their Origin, p 7 2005ء، ص45

[34] -عورت، جنسی تفریق اور اسلام، لیلیٰ احمد مترجم خلیل احمد،، اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، کورٹسٹریٹ لوئرمال لاہور پاکستان 2005ء، ص45

[35] -https://www.bbc.com/urdu/pakistan-38291158 Retrieved on 6.3.2018

[36] -Dawn News 12 January 2017

[37]-https://daleel.pk/2017/03/23/358 Retrieved on 16.3.2018

[38] - https://www.bbc.com/urdu/pakistan-38291158 Retrieved on 23.3.2018

[39] -http://www.hamariweb.com/articles/45319 Retrieved on10.3.2018

[40]-ibid

[41] -https://jang.com.pk/news/464053 Retrieved on 18.3.2018

[42] - https://www.bbc.com/urdu/pakistan-38291158 Retrieved on 8.3.2018

[43] –World Economic Report 2016

[44] -http://www.hamariweb.com/articles/45319 Retrieved on 14.3.2018

45 -روزنامہ نوائے وقت،27جنوری2016

-پاکستانی معاشرہ Retrieved on 14.3.2018http://www.laaltain.com

46 اورآزادیٔ نسواں کاتصور، محمد علی

47 -Time Magazine, December 2010

48 -World news agency Report, 9 January 2017

49 -Aurt foundation Report 2016

50 -ibid

51 -Report of Higher Education Commission 2016

52 -روزنامہ خبریں،11جولائی2016

53 -World news agency Report , 19 January 2017

54 - جدید تحریک نسواں اور اسلام، ثریابتول علوی، منشورات ملتان روڈلاہور، مئی2007،ص98

55 -https://www.dw.com/ur/

56 - http://services.searchtabnew.com/crx/search.php?k Retrieved on 10.3.2018

57 -ارشداحمد بیگ،ماہنامہ ترجمان القرآن2017

58 -اسلام میں عورت کوآزادی کیوں نہیں؟الحاد جدید کاعلمی محاکمہ،27اکتوبر2015 http://ilhaad.com/2015/10/aurat-azaadi-world Retrieved on2 /6.3.2018

59 - عورت اور سماج، تحریرلال خان، ترجمہ عمران کامیانہ،ماہنامہ چنگاری،دسمبر2015

60 -Report of Attribution Council 2017

61 - http://www.hamariweb.com/articles/45319 Retrieved on19.3.2018

62 -Report of United Nations 2016

63 -Dawn News, 5 february2016

64-Report of Thomson Writers Foundation

[65] - https://www.bbc.com/urdu/pakistan-38145418 Retrieved on 16.3.2018

[66] - ibid

[67] -Report of Aurt Foundation 2016

[68] - https://www.bbc.com/urdu/pakistan-38291158 Retrieved on 20.3.2018

[69] -ibid

[70] - http://www.hamariweb.com/articles/45319 Retrieved on19.3.2018

[71] ۔امریکی رسالہ نفسیاتی علاج، شمارہ جنوری 1994ء، ص 10

[72]-Report of UNDP 2015

[73] ۔رپورٹ آف اقوام متحدہ جنوبی ایشیا21ویں عالمی کانفرنس مئی2001

[74] - Report of world Economic Forum 2014

[75] -Top Sante Megzeen,Editor Juliet Kellow,june 2008,p 56